

Bewafai Ka Injam

[ایک روز احمد گھر آئے تو بتایا کہ آج رات کا کھانا پڑوسی ہمارے گھر کھائیں گے۔ کون سے پڑوسی؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ آپ مجھ کو بتائے بغیر دعوت بھی دے آئے۔ دعوت دینی تھی تو دو دن پہلے بتاتے، کچھ بندوبست بھی تو کرنا ہوتا ہے۔ میں نے ایک سانس میں اتنا کہہ کر ڈالا۔ کہنے لگے۔ گھبرانے کی بات نہیں، ہمارا پڑوسی مشہود، میرے بچپن کا دوست ہے، اس کو یہ کو تھی میں نے ہی دلوائی ہے۔ بس سادہ سا کھانا بنا دو۔ تم بچوں میں مصروف تھیں تو میں نے بتایا نہیں، خود ہی دعوت دے آیا ہوں۔ ایک دو دن تو کھانا یوں بھی پڑوسیوں کو دینا چاہیے۔ ابھی ان کا کچن سیٹ نہیں ہوا، کل ہی تو شفٹ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی ایک سانس میں میری ساری باتوں کا جواب دے دیا اور اسی وقت جاکر دعوت کا سامان بھی خرید کر لے آئے۔ مشہود صاحب کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی جبکہ بیوی ان سے ادھی عمر کی یعنی بیس سال کی تھی، نام ائمہ تھا اور اچھی ٹال تھی۔ مشہود بھائی تحمل میزاج تھے وہی زیادہ تر باتیں کرتے رہے جبکہ گفتگو کے دوران ائمہ خاموش رہی۔ وہ خاموش ضرور تھی لیکن افسردہ نظر نہ آرہی تھی۔ ان کے جانے کے بعد میں نے احمد سے پوچھا کہ عمروں کا اتنا فرق کیوں؟ وہ بولے۔ مشہود نے شادی اب کی ہے۔ کیا یہ ان کی دوسری شادی ہے؟ نہیں پہلی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والدین اس کے بچپن میں، حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ اس وقت مشہود صرف نو برس کا تھا۔ تبھی اس کے نانا گھر لے آئے کہ ان کے سوا کوئی قریبی رشتہ دار سہارا نہ دے سکتا تھا۔ نانا کی محبت پاکر مشہود تو سنبھل گیا لیکن اس کی ممانیوں کو اس کا گھر میں رہنا بار گراں گزرتا تھا۔ ان عورتوں کو اس کا رہنا کھلتا تھا کہ کہیں، سسر صاحب، اپنی جائیداد میں نواسے کو حصہ دار نہ بنالیں۔ نانا اس کو پڑھائی کے ساتھ ہنر بھی دینا چاہتے تھے کہ وہ ان کے بعد کسی کا محتاج نہ رہے۔ لہذا شام کو اپنے ایک دوست کی ورکشاپ پر بٹھادیا تا کہ مشہود اچھا میکینک بھی بن جائے۔ وہ اس کو ایک مضبوط انسان کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ مشہود نے تعلیم بھی حاصل کی اور ساتھ میں وہ ایک قابل میکینک بھی بن گیا۔ اس نے گاڑیوں کا کام اچھے طریقے سے سیکھ لیا تھا۔ جلد ہی اس کو ایک اچھی ملازمت بھی مل گئی۔ ایک دن جھگڑا ہو گیا کیونکہ ممانیاں نہیں چاہتی تھیں کہ وہ اب گھر میں رہے۔ وہ ہر سر روزگار ہو چکا تھا گھر میں روز روز کا جھگڑا ختم کرنے کی خاطر اس کے نانا نے دل پر پتھر رکھ کر نواسے کو رخصت کر دیا۔ اس روز پہلی بار مشہود کو احساس ہوا کہ وہ دنیا میں تنہا ہے تاہم اسے کسی قسم کا ڈد نہ تھا۔ وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ دنیا کا مقابلہ کر سکے۔ وہ کرایے کا کمرہ لے کر رہنے لگا۔ اس کی عادت تھی ہر کام توجہ اور دلجمعی سے کرتا تھا۔ لہذا دفتر میں اس کی یہ عادت وجہ ترقی بنی۔ اس کی جلد ترقی بد خوابوں کو ایک آنکھ نہ بھائی، دفتری رفیبوں نے سازش کر کے اسے دفتر سے نکلوا دیا۔ اس کے پاس کچھ رقم تھی اور ہنر بھی تھا، بس کرایے پر چھوٹی سی دکان لے لی اور اوزار خرید کر گاڑیوں کی ریپئرنگ کا کام شروع کر دیا۔ دنوں میں اس کی دکان مشہور ہو گئی اور بہت سا کام ملنے لگا۔ اسی حساب سے آمدنی بھی روز بہ روز بڑھنے لگی۔ زندگی کی بقا کی جنگ لڑتے ہوئے اس کو احساس بھی نہ ہوا کہ گزرتے دنوں کی دھوپ بالوں میں چاندی بن کر اتر آئی ہے۔ جب احساس ہوا وقت گزر چکا تھا۔ اس نے ایک بڑا گیراج لے لیا۔ اپنا کاروبار بھی سیٹ کر لیا۔ اب اس کے بہت سے شاگرد تھے اور یہ اپنے دفتر میں بیٹھ کر حکم دیتا اور اس کے ملازم کام کرتے تھے۔ جب فکر معاش سے اسودہ ہو گیا تو گھر بسانے کا خیال آیا لیکن ایسا کوئی نہیں تھا جو اس کے مزاج اور عمر کے مطابق لڑکی تلاش کرتا۔ اتنی دولت کما لینے کے باوجود ابھی تک وہ ایک کمرے کے کرایے کے مکان میں ہی رہ رہا تھا۔ دن یونہی گزرتے رہے اور ہم دوست اس کو مجبور کرتے رہے کہ وہ شادی کر لے، وہ خاموش ہو جاتا۔ ایک دن جب میں اس سے ملنے گیا، وہ کچھ خاموش سا تھا۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ کل میں گیراج سے واپس آ رہا تھا، راستے میں ایک لڑکی کی نظر آئی، وہ بہت پریشانی کے عالم میں جا رہی تھی، اسے ارد گرد کا کوئی ہوش نہ تھا، اسے دیکھا تو بس دیکھتا رہ گیا۔ وہ میری نظر کے معیار پر پوری اتری ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ کیسے اس کا پتا معلوم کروں اور اس کے حالات سے واقفیت حاصل کروں اس کی کیفیت عجب تھی، جتنی دیر اس کے پاس بیٹھا ہواہ اسی لڑکی کے بارے میں بات کرتا رہا۔ وہ مستقل اس لڑکی کو حاصل کرنے کی الجھن میں گرفتار تھا، میرے سوا کسی کو نہیں بتاتا تھا کہ مسئلہ کیا ہے۔ ایک دن اس نے بتایا کہ آج میرا پھر اس لڑکی سے سامنا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کو سلام کیا، وہ مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ میں بڑی تھکن تھی مگر مجھے امید کی کرن دکھائی دی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور اصرار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس جگہ جہاں سے وہ لڑکی روز مقررہ وقت پر گزرتی تھی، سو ہم اس کے پیچھے گئے، قریب ہی گلی میں اس کا گھر تھا۔ اس کا گھر معلوم کر کے میرا دوست بڑا خوش تھا۔ دراصل وہ بری نیت سے اس کا پیچھا نہ کر رہا تھا، شادی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سمجھایا کہ اپنی ملازمہ کو اس کے گھر بھیج کر پہلے حالات تو معلوم کر لو۔ مشہود نے بات مان لی۔ اس کی ملازمہ سمجھ دار اور جہاں دیدہ تھی، وہ اس لڑکی کے گھر گئی اور باتوں باتوں میں کچھ حالات معلوم کر لئے۔ لڑکی نے بتایا کہ اس کے ماں باپ وفات پاچکے ہیں اور وہ اپنے ماموں کے پاس رہتی ہے، ماما اس کا نشہ کرتا ہے اور وہ خود اسکول ٹیچر ہے، ساری تنخواہ ماما لے لیتا ہے۔ رقم نہ دے تو مارنے پر آجاتا ہے۔ لڑکی کا نام ائمہ تھا۔ بہت شائستہ تھی۔ اس نے تمام باتیں مشہود کو بتائیں۔ مشہود نے اسے سمجھایا کہ اماں رحمہ تم میری ہر بات اسے صاف صاف بتادو پھر اس کا فیصلہ پوچھ لینا جو وہ کہے گی، ویسا کر لیں گے۔ یوں ملازمہ کی معرفت مشہود کی ملاقات ائمہ سے ہو گئی۔ لڑکی بھی کھری اور صاف گو تھی۔ اس نے بتایا کہ ماما کی سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ بے شک وہ مجھ سے تنخواہ لے لیتا ہے لیکن بھیڑیوں کے اس جنگل میں، میں ماما کی وجہ سے محفوظ ہوں، ان کے گھر کو چھوڑ دوں تو کہاں جاؤں گی؟ مشہود نے بھی اپنے بچپن سے لے کر اب تک کے تمام حالات ائمہ کو بتادینے اور کوئی بات پوشیدہ نہ رکھی۔ ائمہ کو مشہود اچھا لگا۔ یوں انہوں نے باہم رضامندی سے شادی کا فیصلہ کر لیا۔ وہ دونوں آپس کے صلاح مشورے سے کچھ سامان خرید رہے تھے کہ ائمہ کے ماما کی نے ان کو ساتھ شاہنگ کرتے دیکھ لیا اور وہ ائمہ کو برا بھلا کہتا ہوا، اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ ائمہ نے اگلے روز بتایا کہ گھر لے جا کر ماما کی نے بہت مارا۔ اس نے ہر بات ان کو بتادی ہے، اب اگر شادی ہو گی تو ان کی مرضی سے ہی ہو گی۔ آپ کو ان سے ملنا پوگا اور ماما جی کو راضی کرنا ہو گا۔ دوسرے روز مشہود نے اپنی ملازمہ کو ماما کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے کھلواد یا آکر مجھ سے خود ملو – میں کچھ شرائط پر ائمہ کو تم سے شادی کی اجازت دے سکتا ہوں۔ مشہود ملازمہ کے ہمراہ اس شخص سے ملا۔ اس آدمی نے کہا کہ دو شرطیں ہیں، پوری کر دو تو میں اپنی بھانجی کا رشتہ دوں گا۔ اول جس گھر میں ہم رہتے ہیں، یہ گروی ہے۔ اس کا پیسہ بھر کر گروی سے چھڑا دو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ائمہ اگر شادی کے بعد ملازمت جاری رکھے گی تو ادھی تنخواہ میرے

دینا ہوگا گزارے کے لئے مجھے دے گی ، اگر ملازمت نہیں کرے گی تو تم کو ہر ماہ گزارے لائق خرچہ مجھ کو کیونکہ میں گمانے سے قاصر ہوں۔ مشہود نے دونوں شرطیں خوشی سے مان لیں۔ یوں ان کی شادی ہو گئی۔ کچھ ماہ بعد ہی ماما جی کو لگا کہ رقم کم ہے۔ وہ مشہود کے سر ہو گیا کہ خرچے میں اضافہ کرو۔ پوری نہیں پڑتی ہے۔ مشہود نے رقم بڑھادی۔ اس کے بعد تو اس بندے کو رقم بتورنے کی عادت پڑ گئی۔ وہ تھوڑے تھوڑے دنوں بعد رقم مانگنے آجاتا۔ ماموں کی اس حرکت پر ائمہ کو اپنے شوہر سے شرمندگی ہوتی، وہ منع کرتی کہ اب اور روپے ان کو مت دو۔ مگر وہ بیوی کے کہنے کی پروا نہ کرتا اور رقم دے دیتا۔ وہ جس قدر اس کی ضرورتیں پوری کر رہا تھا، اس شخص کے مطالبے بڑھتے ہی جارہے تھے۔ آخر کار مشہود تنگ آگیا۔ اس نے وہ گھر بیچ دیا اور ہمارے گھر کے برابر والا بنگلا خرید لیا ہے۔ احمد نے یہاں تک بات ختم کر کے کہا کہ اب تم ائمہ بھابی سے ملتی رہنا، اس کی شادی کو ڈیڑھ سال ہوا ہے اور وہ اکیلے اتنے بڑے گھر میں رہنے سے گھبراتی ہے۔ ملازمہ تو اپنے کاموں میں لگی رہتی ہے۔ یوں میں اکثر اس سے ملنے چلی جاتی۔ ائمہ اپنے گھر میں بہت خوش تھی لیکن کبھی کبھی وہ بھبی بھبی اور اداس لگتی۔ ایک دن میں گئی تو دیکھا کہ ائمہ نے میلے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو بولی۔ کس کے لئے اچھا لباس پہنوں ؟ مشہود کو تو اپنے کاروبار سے ہی فرصت نہیں ہے۔ وہ زیادہ وقت اپنے گھیرا ج کو دیتے ہیں، گھر آتے ہیں تھکے ماندے، میری جانب توجہ ہی نہیں کرتے۔ میں نے اسے سمجھایا۔ مشہود بھائی نیک ہیں، پختہ عمر اور سلجھے ہوئے، ہر وقت تمہارے پیچھے پھرتے اور محبت جتانے کو ٹھیک نہیں جانتے ہوں گے ، محبت تو انسان کے دل میں ہوتی ہے، باقی ہر طرح سے تمہارا خیال رکھتے ہیں۔ تم بد گمانی میں نہ پڑو۔ میری باتیں ائمہ نے خاموشی سے سنیں مگر کچھ نہ بولی۔ کافی دنوں بعد میں دوبارہ اس کے پاس گئی، وہ پہلے سے بھی زیادہ بھبی بھبی تھی۔ اس بار اس نے مشہود کے بارے کوئی بات نہ کی۔ اس کے بعد میں نے مشہود بھائی سے بات کی۔ ان سے کہا کہ آپ ائمہ کا خیال رکھا کریں، وہ سارا دن اکیلی گھر میں پڑی آپ کا انتظار کرتی رہتی ہے اور آپ رات کو آکر سو جاتے ہیں، اس کو کہیں گھمانے پھر انے بھی لے کر نہیں جاتے۔ انہوں نے میری بات غور سے سنی اور اس کے بعد وہ ہر جمعہ کو اسے باہر گھمانے پھر انے لے کر جانے لگے۔ شادی کو پانچ برس کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کے یہاں ابھی تک کوئی اولاد بھی نہ ہوئی تھی۔ ایک دن احمد بہت پریشان گھر میں داخل ہوئے کہنے لگے۔ کیا تم ائمہ بھابی کے پاس جاتی ہو ؟ تم نے وہاں کوئی خاص بات نوٹ کی ہے۔ میں نے بتایا کہ کوئی ایسی بات نہیں دیکھی ، سب معمول کے مطابق تھا، کیا کوئی پریشانی والا معاملہ ہے ؟ کہنے لگے۔ ہاں، پریشانی والا معاملہ تو ہے مشہود جیسا سمجھ دار اور صابر آدمی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ وہ بہت پریشان ہے ، تم ذرا ائمہ بھابی کے پاس جانو اور پتا کرو کیا بات ہے ؟ دوسرے دن میں ائمہ کے پاس گئی۔ وہ بنی ٹھنی اور بہت خوش نظر آرہی تھی۔ بلکہ ایک آپ جو میری پہننے بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس روپ میں ائمہ کو دیکھ میں خوش ہو گئی کہ چلو وہ پھر سے اپنے گھر میں سیٹ ہو گئی ہے، پچھلے دنوں تو بہت بد حال لگتی تھی۔ ابھی وہاں بیٹھی تھی کہ پر دستک ہوئی۔ گھیرا ج سے لڑکا روٹی لینے آیا ہے۔ ملازمہ نے بتایا۔ میں نے دیکھا کہ ائمہ کے چہرے پر رونق آ گئی۔ وہ تھن اٹھا کر خود در پر اس لڑکے کو کھانا دینے چلی گئی۔ جب کافی دیر ہو گئی تو میں اٹھ کر جانے لگی تبھی ملازمہ نے مجھے کہا۔ ذرا ٹھہرینے میں جا کر دیکھتی ہوں۔ ملازمہ نے مجھے روک لیا اور خود دروازے کی طرف چل دی۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں پریشان ہو گئی۔ اب سمجھ میں آیا کہ کچھ اور معاملہ ہے اور میرے شوہر کیوں پریشان تھے۔ ذرا دیر بعد ملازمہ آگئی اس کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ میں جانے کو ہوئی، دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ ائمہ اندر آگئی۔ اصرار کرنے لگی کہ بیٹھو مگر میں نے معذرت کر لی کہ بچے اسکول سے آنے والے ہیں اور مجھ کو دیر ہو رہی ہے۔ شام کو احمد آئے تو میں نے ان کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ وہ بولے۔ پچھلے دنوں مشہود نے کاروبار بڑھایا تو اس کو سنبھالنے کے لئے ایک نوجوان کی ضرورت تھی۔ انہوں نے فرحان نامی لڑکا ملازم رکھ لیا۔ وہی دکان سے روز کھانا لیتے آتا۔ کچھ دنوں سے دیر کر دیتا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ کیوں دیر ہو جاتی ہے ؟ فرحان نے جواب دیا کہ جب میں جاتا ہوں کھانا تیار نہیں ہوتا، گھر سے مجھے انتظار کرنے کو کہا جاتا ہے تو میں وہاں انتظار کرنے بیٹھ جاتا ہوں۔ مشہود کو کوئی شک نہ ہوا۔ اس نے گھر آکر ملازمہ سے پوچھا۔ وہ بولی۔ صاحب جی ! کھانا تو وقت سے پہلے تیار ہو جاتا ہے ، جب لڑکا آتا ہے تھن تیار ہوتا ہے۔ یہ بات ملازمہ نے اس وقت کہی جب ائمہ واش روم میں تھی۔ مشہود کو ائمہ پر تو شک نہ ہوا لیکن ملازمہ اس کی نظر میں مشکوک ہو گیا کہ وہ کھانا لینے کے بعد کہیں اپنے کسی کام سے نکل جاتا ہو گا۔ دو تین بار کی تنبیہ کے باوجود لڑکے کو آنے میں تاخیر ہوتی رہی تو مشہود نے سوچا معلوم تو کروں کیا معاملہ ہے ؟ انہوں نے جب اس کا پیچھا کیا۔ دیکھا کہ اس کی بیوی تھن ہاتھ میں لے کر گھر سے باہر نکلی اور پاس بنی بیٹھک میں چلی گئی جہاں فرحان بیٹھا تھا۔ مشہود کافی دیر باہر انتظار کرتا رہا۔ ادھے پونے گھنٹے کے بعد اس کی بیوی بیٹھک سے گھر میں گئی اور لڑکا باہر نکل کر گھیرا ج کی طرف روانہ ہو گیا۔ مشہود نے اب بھی ائمہ پر شک نہ کیا۔ وہ سمجھا کہ تمام عورتوں کی طرح میری بیوی بھی میری جاسوسی میں لگی ہے، تبھی اس سے معلومات کریدنے کو یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اس نے بیوی کو تو کچھ نہ کہا مگر ملازمہ کو ہدایت کی کہ اگر میری بیگم تم سے میری باہر کی سر گرمیوں کے بارے احوال لینے کی کوشش کرے تو اس سے بات کرنے کی بجائے مجھ کو آگاہ کر دینا اور اس سے یا مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملازمہ سمجھ گیا کہ اب اس کا بیٹھک میں رکنا خطرے سے خالی نہیں لہذا اس نے ائمہ کو آگاہ کیا اور دونوں نے ملاقات کا ایک اور راستہ ڈھونڈ لیا۔ گھر سے فریب ایک ریسٹورنٹ تھا۔ ائمہ مقررہ وقت پر وہاں چلی جاتی اور تھن دینے کے بہانے دونوں تھوڑی دیر بیٹھ کر چائے پینے کی آڑ میں ملاقات کر لیتے جبکہ اس نے ملازمہ کو سختی سے منع کر دیا کہ صاحب کو اس کے باہر جانے کا نہیں بتائے گی۔ اب ائمہ بہت بدل گئی تھی اس کا بنانا سنگھار اس کی نئی سوچ کی چغلی کھا رہا تھا۔ ایک دن مشہود کوئی پر زہ لینے بازار گیا۔ واپسی میں اس نے سوچا گھر کا چکر لگالوں اور کھانا بھی گھر آکر کھالوں۔ وہ گاڑی میں تھا۔ جو نہی اس کی گاڑی ریسٹورنٹ کے سامنے سے گزری اس نے فرحان کو وہاں سے نکلتے دیکھا، اس کے ہاتھ میں کھانے کا تھن تھا۔ اس نے سوچا یہ بدبخت شاید یہاں بیٹھ کر پہلے خود میرے کھانے پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور بعد میں بچا ہوا کھانا گھیرا ج لے آتا ہے تبھی اس کو دیر ہو جاتی ہے۔ مشہود ریسٹورنٹ میں گیا۔ فرحان سے پہلے ہی ائمہ جا چکی تھی۔ اس نے ویٹر سے پوچھا۔ ابھی جو نوجوان تھن ہاتھ میں لے کر باہر نکلا ہے ، کیا وہ یہاں بیٹھ کر تھن سے کھانا کھاتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں صاحب، یہ لوگ ریسٹورنٹ سے ہی کچھ نہ کچھ لے کر کھاتے ہیں اور کافی پیتے ہیں۔ کتنے لوگ ہوتے ہیں؟ دو تین ، ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہوتی ہے، وہ پانچ منٹ پہلے آجاتی ہے اور ان کے

اس کو ٹوہ لگی کہ یہاں سے نکلنے سے تین منٹ پہلے نکل جاتی ہے۔ مشہود کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔ اب دیکھو اس بات کی تہ میں کیا ہے۔ اگلے دن وہ مقررہ وقت سے دس منٹ بعد ریستورنٹ میں داخل ہوا، ائمہ اور فرحان ٹیبل کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ ائمہ نے جو مشہود کو دیکھا، گھبراگئی۔ میرے دوست نے ریستورنٹ میں اپنا تماشا بنانا مناسب نہ سمجھا۔ بیوی کو کہا، گھر چلو۔ وہ کمال ضبط سے اس کو خاموشی کے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر گھر لے آیا اور الٹا چور کو توال کو ڈانٹتے والی مثال صادق ہو گئی کہ آتے ہی ائمہ نے شور مچادیا۔ مجھ کو طلاق دے دو، میں اب تمہارے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی۔ اس سے پہلے کہ وہ بیوی سے کچھ پوچھتا، ائمہ ہی اس پر برس پڑی۔ وہ بولا۔ ابھی تو میں نے تم سے کچھ بات نہیں کہی اور تم طلاق مانگنے لگیں جبکہ پہلے تو تم کہتی تھیں کہ میں تمہارے گھر سے مر کر ہی نکلوں گی اور اب یہ بات کہہ رہی ہو۔ ہاں تب حالات اور تھے لیکن اب میرا تمہارا گزارا مشکل ہے، میں قید تنہائی سے تنگ آگئی ہوں، تمہارے ساتھ رہنے کا مطلب ہے گھٹ گھٹ کر مر جانا۔ اس سے تو اچھی شادی سے پہلے تھی، اسکول جا کر دو سہیلیوں سے بات تو کر لیتی تھی۔ گھر میں تو اب مجھے لگتا ہے کہ میری شادی تم سے نہیں بلکہ اماں رحمہ سے ہوئی تھی کہ سارا دن ملازمہ ہی کا منہ دیکھتی رہتی ہوں۔ مشہود نے اس کو ڈانٹ کر چپ کر دیا۔ اس وقت تو وہ چپ ہو گئی لیکن دل سے علیحدگی کا خیال نہیں نکالا۔ کئی روز روز کا جھگڑا رہنے لگا۔ زندگی کا مضبوط بندھن اعتماد کے اٹینے میں عکس ثبت کرنے کا نام ہے۔ یہ عکس بگڑ جائے تو۔۔۔ تو اعتبار کا اٹینہ بھی چکنا چور ہو جاتا ہے۔ تبھی پیار کا بندھن بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اب مشہود کا یہ حال کہ وہ روز و شب (xaxa) کرب کی آگ میں سلگتا۔ اس کے رات دن کانٹوں پر بسر ہو رہے ہیں مگر طلاق کا فیصلہ نہیں کر پارہا جبکہ ائمہ طلاق لینے پر مصر ہے۔ مشہود جانتا تھا، جب وہ گیراج میں ہوتا ہے اس کی بیوی فرحان سے ملتی ہے، تبھی وہ کرب کا شکار ہے۔ احمد نے کہا۔ میں نے مشہود کو بہت سمجھایا کہ وہ تم سے عمر میں کم ہے اور یہ اس کا جذباتی فیصلہ ہے۔ کچھ دن قہر جاتو، وہ تم سے طلاق لے کر پچھتائے گی اور تم اس کو طلاق دے کر پچھتائو گے۔ وہ میری وجہ سے رکا ہوا ہے۔ اب تم بتائو، تم کیا کہتی ہو۔ میں نے حالات کا اندازہ کر لیا اور کہا۔ احمد آپ ان کو نہ روکنے کیونکہ ائمہ اب ان کے گھر میں نہ ٹھہرے گی۔ فرحان نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے، وہ اب مشہود بھائی سے وفانہ کرے گی۔ بہتر ہے کہ مشہود بھائی اس کو طلاق دے دیں۔ ورنہ وہ خدا نا خواستہ ان کو نقصان نہ پہنچادے۔ چند دن میں میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔ ائمہ اور مشہود کا اکائونٹ مشترکہ تھا۔ اس نے فرحان کے ساتھ مل کر نقدی اور زیورات اور گھر کے کاغذات اور قیمتی چیزیں غائب کر دیں۔ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ آخر کار مشہود بھائی نے اس کو طلاق دے دی کہ زندگی ان کے لئے عذاب ہو گئی تھی۔ وہ اب اس مکان اور اس شہر میں نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ کو ٹھی اور گیراج فروخت کر دیا۔ اس بات کو چند ماہ گزرے تھے۔ صبح انہوں نے جانا تھا۔ رات کو دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ائمہ کھڑی تھی۔ اس کی حالت خراب تھی۔ اس نے مشہود بھائی کو بتایا کہ فرحان نے سارا مال ہتھیا لیا اور اس کو بے اسرا کر کے بھاگ گیا ہے۔ بولی۔ آپ جیسے اچھے شوہر کو چھوڑنے کی سزا مجھے مل گئی ہے۔ ماما بھی گھر بیچ کر کہیں چلا گیا ہے۔ میں کدھر سر چھپائوں؟ مشہود نے اس کو بٹھایا اور خود ہوٹل میں سونے چلے گئے۔ یہ کہہ کر کہ اب تو ہمارا اکٹھے رہنا مشکل ہے، تم اس گھر میں رہو۔ میں نے ابھی گھر خریدنے والے کو قبضہ نہیں دیا ہے۔ دوسرے شہر چلا جانوں گا۔ ائمہ روکتی رہ گئی، وہ نہ رکے۔ رات بھر وہ سوچتے رہے۔ صبح تک انہوں نے ایک اچھا فیصلہ کر لیا۔ وہ گھر واپس آئے کہ ائمہ معاف کر کے اس سے دوبارہ نکاح کر لیں گے لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ ائمہ نے ناامید ہو کر اپنی جان لے لی تھی اور اب وہ اس دنیا کو (xaxa) چھوڑ کر جاچکی تھی۔ کاش وہ ہی صبح تک انتظار کر لیتی تو مشہود بھائی اس کو دوبارہ اپنا لیتے لیکن تقدیر کو یہی منظور تھا کہ بے وفا کو اس کے کئے کا انجام ملے [